

حضرت علامہ شمس الحق صاحب افغانی مدظلہ
صدر شعبہ تفسیر جامعہ اسلامیہ بہاول پور

سائنس اور اسلام

سائنس فلسفہ اور مذہب کا دائرہ کار

سائنس فلسفہ اور مذہب | قدرت کی مادی کائنات میں جو قواعد و ضوابط کار فرما ہیں، جدید دور میں انکی دریافت کا نام سائنس ہے۔ سائنس لاطینی لفظ ہے جس کا معنی ہے جاننا یعنی علم اور جو قوانین مادہ سے ماورا الورا سے متعلق ہیں ان کا نام فلسفہ ہے۔ قدیم یونانی فلاسفہ اول کو حکمت طبعی یا طبیعیات سے تعبیر کرتے تھے۔ اور دوم کو حکمت انہیات یا حکمت اعلیٰ کے نام سے نامزد کرتے تھے اور ان دونوں اور ان کے علاوہ ریاضی کے تمام اقسام اور اخلاقی، منزلی، اور سیاسی مدنی قوانین سب کو فلسفہ کے نام سے موسوم کرتے تھے۔

دور جدید میں سائنس کے ذرائع علم | اعصر حاضر میں محسوسات میں فیصلہ کن قوت تجربہ اور استقراء ہے تجربہ اور استقراء اگر تمام اور وسیع ہو تو اس کا فیصلہ صحیح ہوتا ہے۔ اور اگر ناقص ہو تو فیصلہ میں غلطی کا امکان ہے۔ مثلاً۔۔۔ قدیم تجربہ فلاسفہ یونان اور حکماء یورپ کے یہ تھے، کہ زمین ساکن ہے اور جدید تجربات نے یہ ثابت کر دیا کہ زمین گردش کرتی ہے۔ جس سے پہلے تجربات غلط ثابت ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سابق تجربات ناقص تھے۔ اس کے علاوہ کبھی موجودہ تجربہ کے خلاف مستقبل میں نیا تجربہ ظہور میں آجاتا ہے جس سے پہلے تجربہ کا حکم باطل ہو جاتا ہے۔ مثلاً۔۔۔ کسی وقت یہ تجربہ تھا کہ تصاویر سینما غیر متحرک ہیں، لیکن اس کے بعد سینما میں تصاویر کے متحرک ہونیکا نیا تجربہ مشاہدے میں آیا جس سے پہلے تجربہ کا حکم غلط ثابت ہوا، اسی طرح پہلے وقت میں سینما کی تصاویر متحرک تھیں مگر ناظر نہ دیکھتی یعنی برقی نہیں نکلتی۔ اس وقت تجربہ تھا کہ تصاویر سینما اگرچہ متحرک ہیں، لیکن ناظر اور دیکھنے والی نہیں لیکن اس کے بعد کے تجربہ نے ان تصاویر کا ناظر

ہر نام بھی ثابت کیا۔ جس سے پہلا حکم باقی نہیں رہا۔ پھر مادی سائنس کے فیصلے جس احساس پر مبنی معلوم ہوتے ہیں، اور ان کو قطعی اور غیر مشکوک سمجھا جاتا ہے، وہ سو فیصدی حسی نہیں۔ محسوسات اگرچہ خارج میں موجود ہیں، لیکن ہمارے اندر وہ موجود نہیں، بلکہ ہمارے اندر صرف شعوری کیفیات موجود ہیں۔ اور شعور نہ جسم ہے نہ محسوس اور نہ محسوس کو اس سے اتصال ہے، کیونکہ اتصال دو جسموں میں پایا جاتا ہے۔ غیر جسم اور جسم میں نہیں پایا جاتا۔ مزید برآں محسوس پر حکم لگانا صرف جس کا فیصلہ نہیں بلکہ عقل و فکر کو بھی اس میں دخل ہے۔ مثلاً ہم نے آنکھ سے آم کے دانہ کو دیکھا جس کی وجہ سے شعاع بھری اور ہوا کے ٹکراؤ نے دماغی اعصاب کے ذریعہ ہم میں آم کی ایک شعوری کیفیت پیدا کر دی۔ اس سے قبل ہماری عقل میں دانہ آم کا ایک کلی نقشہ موجود تھا۔ ہماری عقل نے اس کی نقشہ کو محسوس آم کی کیفیت شعوری پر منطبق کیا، اور اس انطباق کے تحت یہ حکم لگایا، کہ یہ آم ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ محسوسات کے متعلق جب قدر فیصلہ صادر ہوتے ہیں ان میں بھی عقل کو دخل ہے۔ عقل اگر صاف ہو تو ایک حد تک یہ فیصلے صحیح ہوتے ہیں۔ لیکن اگر عقل میں تعصب اور دہم کی آمیزش ہو تو حقیقت مبہم ہو جاتی ہے اور فیصلے غلط ہو جاتے ہیں جبکی عمدہ مثال مغربی مستشرقین کی تصنیفات میں جن میں وہ اسلام قرآن اور صاحب قرآن کو عقل اور بصیرت کی اس عینک سے دیکھتے ہیں، جس پر صلیبی جنگوں کا متعصبانہ غلاف چڑھا ہوا ہے۔ اس عینک کے تحت ان کو اسلام قرآن اور صاحب قرآن سے متعلق تمام روشن حقائق سیاہ نظر آتے ہیں۔ ایسی صورت میں عقل صحیح فیصلہ نہیں کر سکتی۔

فلسفہ غیر مادی کائنات جو جو اس کے تجربہ سے خارج ہے۔ مثلاً خالق کائنات صفات باری اور مابعد الموت کے انسانی احوال ان کے متعلق صرف عقل و دماغ سے کوئی ضابطہ یا قانون بنانا۔ اسی طرح لطیف اشیاء و عقائد اعمال و اخلاق کے حسن و قبح کے متعلق عقل و فکر کے ذریعہ کوئی فیصلہ کرنا یہ سب فلسفہ کہلاتا ہے۔ مذکورہ امور میں عقل محض کے فیصلے حرف آخر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں اکثر تضاد و مبالغہ ہے۔ فلسفہ مشائی فلسفہ اشرافی اور فلسفہ یورپ کے فیصلوں اور قوانین میں باہم تناقض ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ عقلی معلومات کا مأخذ حقیقت حسی معلومات ہیں۔ اور مذکورہ امور مادی محسوسات سے متعلق ہیں۔ اس لئے عقل جب ان کے متعلق کوئی قانون بنائے گی، تو محسوساتی رنگ میں بناوٹی اور نامحسوس کو محسوس پر قیاس کرے گی۔ اس لئے ایسے فیصلے میں ضرور غلطی واقع ہوگی۔ مثلاً یہ فیصلہ کہ مادہ کائنات

ازلی ہے کیونکہ اگر وہ ازلی نہ ہو تو وہ عدم محض اور خالص نیستی سے وجود میں آیا ہوگا۔ اور عدم سے کوئی چیز وجود میں نہیں آ سکتی۔ کیونکہ پوری کائنات جو پوری ذرات (مادہ) سے پیدا ہوئی ہے۔ اور جہاں محسوسات میں کوئی ایسی مثال نہیں کہ کوئی چیز نیست سے ہست ہوئی ہو۔ برتن مٹی سے، میز لکڑی سے، تلوار لوہے سے، عمارت پونے اینٹ سینٹ گارڈر لکڑی وغیرہ سے تیار ہوتی ہیں۔ مگر مادہ اگر پیدا شدہ ہو تو اس سے قبل جب کوئی مادہ تھا ہی نہیں، تو وہ خارجی عدم سے کس طرح وجود میں آیا۔ آپ نے دیکھ لیا کہ فلسفہ کا یہ فیصلہ جو عقلی کہلاتا ہے۔ وحقیقت محسوسات سے ماخوذ ہے، یعنی خدا سے غیر محسوس کے فعل و عمل کو انسان محسوس کے فعل و عمل پر قیاس کیا گیا کہ انسان چونکہ نیست سے ہست نہیں کر سکتا۔ لہذا خدا بھی ایسا نہیں کر سکتا کہ نیست سے کوئی چیز پیدا کر دے۔ گویا خالق کو مخلوق پر قیاس کیا گیا۔ حالانکہ خالق کائنات تو بڑی ذات ہے، ایک مخلوق کو دوسری مخلوق پر قیاس کرنا غلط ہے۔ ماضی جو مخلوق ہے میں من بوجھ اٹھا سکتا ہے۔ لیکن ایک چوٹی نہیں اٹھا سکتی۔ اب اگر چوٹیوں کی کافرٹس یا پارلیمنٹ یہ فیصلہ کر دے کہ چونکہ ہم میں من بوجھ نہیں اٹھا سکتے تو ماضی بھی نہیں اٹھا سکتا تو یہ فیصلہ قطعاً غلط ہوگا۔

اسی طرح اگر انسان جو خالق کی نسبت اس سے بھی بہت کم ہے، جس قدر چوٹی ماضی سے کم ہے یہ فیصلہ کر دے کہ چونکہ ہم انسان نیست سے کوئی چیز ہست نہیں کر سکتے تو خدا بھی نہیں کر سکتا، تو یہ فیصلہ غلط ہی ہوگا۔ چوٹی تو پھر بھی ماضی سے ساتھ بہت امور میں شریک ہے، دونوں جسم ہیں، دونوں حیوان ہیں، لیکن انسان کو تو خدا سے کوئی مناسبت نہیں۔ لہذا یہ قیاس غلط ہے، اور اس قیاس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی ذریعہ علم نہیں اور نہ ہی ایسی لیبارٹری ہے کہ جس میں ہم خدا کی قوت کا تجزیہ و تحلیل کر سکیں۔ اس کے علاوہ ہر حقیقت، واقعہ کے لئے مثال موجود کا مطالبہ ہی سرے سے درست نہیں۔ جارج پنجم کی تاجپوشی کا جشن دہلی میں ہوا، لیکن شاہان انگلستان میں سے اور کسی بادشاہ کا جشن تاجپوشی دہلی میں منعقد نہیں ہوا۔ اب اگر کوئی یہ کہہ دے کہ میں جارج پنجم کے جشن تاجپوشی کا دہلی میں ہونا تسلیم نہیں کرتا۔ جب تک مجھے کوئی اور مثال ایسی نہیں پیش کی جاتی کہ انگلستان کے کسی اور بادشاہ کی تاجپوشی بھی دہلی میں ہوئی ہے، تو کیا اس مطالبہ مثال سے اصل واقعہ مشکوک ہو سکتا ہے، قطعاً نہیں۔ یہی حال مادے کا ہے۔ مادہ آغاز آفرینش میں عدم سے وجود میں آیا۔ ازاں بعد پوری کائنات مسلسل مادہ کی ترتیب سے پیدا ہوتی چلی گئی۔ لہذا نیست سے ہست کا وجود صرف ایک واقعہ ہے۔ اور وہ بھی اجسام عالم کی تخلیق سے قبل جب وقت نہ انسان

تھا، نہ دیگر کائنات مادہ بن چکنے کے بعد جس قدر تخلیقی واقعات ہیں، وہ سب ہست سے ہست ہونے کے واقعات ہیں۔ اس لئے جس زمانے میں انسان ہے جب وہ ہست سے ہست ہونے کے واقعات کو دیکھتا ہے، اُن سے وہ یہ نتیجہ کیونکر نکال سکتا ہے کہ عالم اجسام کی تخلیق سے قبل آغاز تخلیق مادہ کے وقت بھی نیست سے ہست ہونے کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ اب اگر پھر بھی مادّین میں سے کوئی اصرار کرے کہ نیست سے ہست ہونے کے واقعہ کا ضرور ہمیں مشاہدہ کر دیا جائے تو جواب یہ ہے کہ تم ہم کو اس زمانہ میں سے جاؤ جس زمانہ میں تخلیق اجسام عالم سے قبل جو ہر مادہ کی تخلیق ہو رہی تھی تو ہم مشاہدہ کرانے کے لئے بھی تیار ہیں۔ یہ مطالبہ مشاہدہ ایسا ہے کہ کوئی شخص یہ مطالبہ کرے کہ ہمیں دارا اور سکندر کی جنگ کا مشاہدہ بیسویں صدی میں کرلو ورنہ ہم نہیں مانتے تو اس کے جواب میں یہ کہنا پڑے گا کہ ہمیں اس زمانہ و مکان میں پہنچا دو جہاں اور جس وقت یہ جنگ ہوتی تھی۔ تو مشاہدہ کر دیا جائے گا۔ تاہم اسکندر فردوس یونانی نے نیست سے ہست ہونے کی صحت پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ علامہ ابن مسکیہ نے اپنی کتاب الفوز الکبیر میں اسکی رائے واضح الفاظ میں نقل کی ہے کہ موم کی شکل اگر گول ہو اور پھر ہم اس میں تصرف کر کے مربع شکل میں تبدیل کریں تو پہلی صورت و شکل گروی معدوم ہو کر دوسری صورت مربع وجود میں آئی۔ اب ظاہر ہے کہ یہ مربع صورت عدم سے وجود میں آئی، پہلی صورت میں نہیں بنی۔ بلکہ وہ گم ہو گئی تو جب صورت عدم سے وجود میں آسکتی ہے تو مادہ بھی عدم سے وجود میں آسکتا ہے۔ کیونکہ جوہری مادہ بسیط اجزاء ہیں جو ہر حالت میں کوئی نہ کوئی صورت رکھتے ہیں۔ کوئی مادہ صورت سے جدا نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی صورت مادہ کے بغیر موجود ہو سکتی ہے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مادہ اور صورت دونوں آغاز تخلیق میں عدم سے وجود میں آئے۔ میرے نزدیک مادّین کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ اہول نے مخلوق بالذات اور مخلوق بالواسطہ میں فرق نہیں کیا۔ تمام مادی اجسام مخلوق بالواسطہ ہیں کہ وہ مادہ کے واسطے سے خالق کائنات سے خلق ہوئے ہیں، لیکن خود مادہ کسی دوسرے مادے سے مخلوق نہیں ہوا۔ بلکہ خالق کائنات نے براہ راست اسکو خلق کیا کیونکہ اگر ہر مادے کے لئے مادہ ضروری ہو تو تسلسل محال لازم آئے گا، جو فلسفہ کے لحاظ سے درست نہیں۔ اسکی مثال یہ ہے کہ انسان مثلاً زید بالواسطہ کلام کرتا ہے، یعنی زبان کے ذریعے تکلم اور نطق کرتا ہے، لیکن خود زبان بالذات ناطق اور متکلم ہے۔ زبان کے بولنے میں وہ کسی دوسری زبان کی محتاج نہیں، بلکہ بالذات ناطق ہے اسی طرح اجسام مادیہ مخلوق ہونے میں مادہ کے محتاج ہیں لیکن مادہ مخلوق ہونے میں کسی دوسرے مادہ

کا محتاج نہیں۔

مذہب | مذہب ان امور سے متعلق ہے، جو سائنس اور فلسفے کے دائرے سے

خارج ہیں۔ سائنس کا دائرہ مادیات ہیں اور فلسفے کی بنیاد ظنیات اور تخمینات ہیں۔ عام خیال یہ ہے کہ یرنانی اور یورپنی فلسفہ چونکہ غیر یقینی تھا اس لئے وہ مذہب کا استیصال نہ کر سکا۔ لیکن سائنس چونکہ مشاہدہ اور تجربہ پر مبنی ہے۔ اس لئے مذہب اس کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتا۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ مذہب اور سائنس میں مقابلہ اس وقت ہوتا۔ جب دونوں کا دائرہ عمل ایک ہوتا۔ لیکن مادیات

اور مادیات دو مختلف دائرے ہیں جن میں مقابلے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سائنس جن چیزوں کا اثبات یا ابطال کرتا ہے۔ مذہب کو ان سے بالکل سروکار نہیں، عناصر کس قدر ہیں، پانی کن چیزوں سے مرکب ہے، ہوا کا کیا وزن ہے، روشنی کی رفتار کیا ہے۔ زمین کے کس قدر طبقات ہیں۔ مذہب کو ان سے کچھ تعلق نہیں، مذہب جن چیزوں سے بحث کرتا ہے، مثلاً یہ کہ خدا ہے، اور

مرنے کے بعد اور ہر قسم کی زندگی ہے۔ اور نیکی اور بدی ہے۔ اور ان کے نتائج ثواب و عقاب ہیں۔ ان میں کوئی چیز ہے جسے سائنس ہاتھ لگا سکتی ہے۔ سائنس دان اس کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم کو ان کا علم نہیں یا یہ کہ یہ چیزیں تجربہ اور مشاہدہ سے باہر ہیں۔ اور ہمیں صرف ان چیزوں کا علم ہو سکتا ہے جو تجربہ میں آ سکتی ہیں۔ لیکن حقیقت ناشناسوں نے عدم علم سے علم عدم

سمجھ لیا۔ حالانکہ ان دونوں میں زمین و آسمان کافرق ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مذہب کے دائرے میں تمام وہ امور داخل ہیں جو تہذیب النفس اور تزکیہ قلب اور اصلاح فرد اور اصلاح معاشرہ سے متعلق ہوں۔ یا اجتماعی اور سیاسی زندگی کی اصلاح سے وابستہ ہوں۔ اس بنا پر مذہب کے لئے ضروری ہوا کہ وہ مادیات کے متعلق بھی احکام غیر درست صادر کر دے کہ فلاں فلاں حیوانات کا کھانا

ہائز ہے، اور فلاں فلاں کا نا جائز ہے۔ دودھ کا پیا جانا جائز ہے اور شراب کا نا جائز ہے۔ تجارت کی فلاں صورتیں جائز ہیں اور فلاں نا جائز ہیں۔ شرکتی کاروبار جائز ہے اور سود نا جائز معاشری نظام کے تحت فلاں صورتیں جائز ہیں اور فلاں صورتیں نا جائز ہیں۔ جنگ ازالہ ظلم اور اقامت عدل کے لئے جائز اور جہاد ہے۔ اور اس کے خلاف نا جائز فرد اور جماعت کی فلاں قسم کی آزادی جائز اور فلاں نا جائز

ہے۔ ایسے تمام احکام اور حدود جو مذہب حقیقی نے مقرر کئے ہیں ان سے مقصود اصلاح معاشرہ، تہذیب نفس اور عادلانہ نظام کا قیام ہے، یہ معاملہ کہ انسان کے کن افعال سے روح انسانی کو پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ اور کن سے روح میں فساد کے جراثیم پیدا ہوتے ہیں، اور کن افعال میں روح کیلئے

زہریلے اثرات موجود ہیں۔ اور کمین میں تریاقتی اثرات۔ یہ سب امور سائنس کی دسترس سے باہر ہیں۔ الکلام شبلی میں یورپ کے سائنسدانوں کے اقراری حوالہ جات درج ہیں کہ روح اور مشاہد حیات انسانی کی حقیقت کی دریافت سے چوٹی کے سائنس دان عاجز ہیں۔ لہذا قدرتی طور پر روح اور روح سے سرزد افعال کی خاصیات کی دریافت خالق روح اور خالق انسان کے دائرہ علم میں داخل چیزیں ہیں۔ جس کا حقیقی فیصلہ مذہب یا الہام ہی کر سکتا ہے۔ نہ مادی علوم جن کی بڑی دلیل یہ ہے کہ مادی علوم کے علمبرداروں نے جب بھی اپنی حدود سے تجاوز کر کے غیبی اور الہامی علوم میں مخالفانہ مداخلت کی۔ تو انسانی معاشرہ انکی اس مداخلت سے بے جا سے درہم برہم ہوا۔ اور بالآخر حقیقی مذہب کے قوانین کی طرف ان کو مجبوراً جھکنا پڑا۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ یورپ مادی علوم کی مدہوشی میں مادی علوم کے دائرے سے باہر قدم رکھ کر اسلام پر جو اعتراضات کئے اور جن مسائل کو نشانہ طعن بنایا۔ آج تمدنی ضروریات کی وجہ سے خود انہوں نے اپنی یہ غلطی عملاً محسوس نہیں کی کہ ان کی تمام علمی کادشیں بنی امی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیش کردہ خدائی قوانین کے آگے بے وقعت ثابت ہوئیں۔ یورپ نے عدل انفرادی اور اجتماعی کی غرض سے اسلام کے مقدس قانون جہاد پر اعتراض کیا۔ لیکن گذشتہ دو جنگوں میں اپنی بات کے بیج کے لئے خون کی ندیاں بہانے اور کروڑوں مکانات کو خاکستر بنا دینے کو عملاً صحیح قرار دیا۔ یعنی یہ ثابت کر دیا کہ ظلم کرنے کے لئے جنگ جائز اور دفع ظلم کے جہاد ناجائز ہے۔ بوقت شدید ضرورت اسلامی قانون طلاق کا یورپ نے مسخر اڑا لیا۔ لیکن فطرت کی گہری ضرورتوں نے ان کو اس قانون کے تسلیم کرانے پر اس قدر آمادہ کیا۔ کہ ضرورت اور بے ضرورت سب صورتوں میں طلاق کا سلسلہ یورپ اور امریکہ میں اس قدر بڑھ گیا ہے کہ یورپ میں فی آٹھ نکاح ایک طلاق اور امریکہ میں فی چار نکاح ایک طلاق تک نسبت پہنچی۔ اسلام کے قانون تحریم شراب اور تحریم سود کو یورپ نے مانع ترقی سمجھا۔ لیکن شراب کی ڈاکٹری تحقیقات کے بعد جب شراب کے مہلک اثرات ظاہر ہوئے تو امریکہ نے کروڑوں ڈالر خرچ کر کے ۱۹۳۳ء میں بندش شراب کا اعلان کر دیا۔ لیکن جرم و گناہ پھیلانا آسان کام ہے۔ روکنا مشکل ہے۔ اس لئے امریکہ کے تمام انتظامات بندش شراب سے اثر ثابت ہوئے، اور شراب نوشی کی چلائی ہوئی گاڑی ٹرک نہ سکی اور امریکہ اس میں ناکامیاب ہوا۔ سود نے جب سرمایہ دارانہ نظام کو جنم دیا، اور عوام کی اخلاقی اور معاشی حالت تباہ ہوئی تو محققین یورپ نے اسکی قباحت کا احساس کیا۔ لیکن جو قبیح چیز ایک بار معاشرے کا جز بن جائے اس کا ہٹانا حکومت کی بس کی بات نہیں۔ پیغمبر اور نبی کی

تعلیم سے ایسا ممکن ہے۔ لیکن حکومت کے قانون سے یہ ممکن نہیں کہ جو برائی معاشرے کی جڑ میں داخل ہو جائے اسکو اکھیر کر دور پھینکا جائے۔ اسلامی قانون میں عورتوں پر اصلاح معاشرہ کے لئے بعض فطری پابندیاں لگائی گئیں ہیں۔ یورپ نے اس کو دور وحشت اور بربریت کی یادگار سمجھا۔ لیکن جب یورپ کی بے لگام آزادی اور صنفی آوارگی نے وہ شکلیں پیدا کیں۔ کہ جن کے اثر سے عائلی زندگی تباہ ہوئی اور بہت شہروں نے عورتوں کی بے لگامی سے تنگ آکر خودکشی اختیار کی۔ تو لاڈوسی کو اپنی کتاب ”دین“ میں یہ لکھنا پڑا کہ عورتوں کی آزادی سے پریشادہ مشکلات کا واحد حل یہ ہے کہ عورت کو دانا یا ان مشرق (مسلم قوانین) کی نگرانی میں کنٹرول کیا جائے۔

سائنس اور مذہب کی دشمنی کا آغاز کب ہوا | یورپ نے عرب اور اندلس کے مسلم سائنس دانوں سے علم حاصل کیا۔ ورنہ اگر مسلمانوں کے ذریعہ یورپ کو سائنس کی روشنی نہ پہنچتی، تو اب تک یورپ کی حالت وہی ہوتی جو افریقہ کی وحشی اقوام کی ہے۔

صنعت

کاغذ | یورپ پر عربوں کا بڑا احسان کاغذ کا رواج ہے۔ کاغذ کے اصل موجد چینی تھے، لیکن باقاعدہ کاغذ سازی کا پہلا کارخانہ مسلمانوں نے ہارون الرشید کے زمانہ میں ۷۹۴ء میں بغداد میں قائم کیا اس کے بعد مسلمانوں نے دیگر بڑے بڑے شہروں میں بھی کاغذ سازی کے کارخانے قائم کئے۔ مثلاً دمشق۔ مصر۔ نیشاپور۔ شیراز۔ خراسان، مراکش، غرناطہ، قرطبہ، سسلی وغیرہ۔ لیوان تمدن عرب ۷۳۸ء میں لکھتے ہیں کہ کاغذ پہلی لکھی ہوئی تحریر جو ۷۳۹ء میں لکھی گئی تھی اور جو دہل کے کتب خانے میں محفوظ ہے، یہ کاغذ عربوں سے خریدا گیا تھا۔

قطب نما | قطب نما بھی عربوں کی ایجاد ہے، یہ آلہ فردن اولیٰ کے تمام تجارتی اور جنگی جہازوں میں لگا ہوا تھا۔ اسی کا کرشمہ تھا کہ ہمارے جہاز جدہ سے چین تک جاتے تھے۔ جب یہ چیزیں ہم نے یورپ کو دیں۔ تو اس کو لیکر کوئٹہ بحر اطلس کی لہروں کو چیرتا ہوا امریکہ جا پہنچا، اور واسکو ڈے گاما نے ہندوستان دریافت کیا۔

بارود | مسلمان صدیوں سے بارود استعمال کرتے تھے، سسلی اور چین کے کارخانوں میں دیگر اسلحہ جنگ کے علاوہ ایک سالہ بوتلوں میں بھرا جاتا تھا، جنہیں مشینوں کے ذریعے دشمنوں پر پھینکا جاتا تھا۔

توپ | توپ کو پہلے افریقہ کے سردار یعقوب نے ۱۲۰۵ء میں استعمال کیا۔ یورپ کے مورخ بارود کے موجد راجر بیکن کو قرار دیتے ہیں جو کہ غلط ہے۔ لیکن نے بارود سازی ایک عربی کتاب البیران المحرقہ جلائے والی گیس سے سیکھی تھی۔ ملاحظہ ہو تمدن عرب ص ۲۳۸ مصنفہ لیبان۔

کلاک اور گھڑیاں | ہارون الرشید نے شاریان کو ۲۰۶ء میں جو تحائف دئے اس میں ایک گھڑی بھی تھی۔ سلطان کامل نے فریڈرک کو جو تحائف ۱۱۹۹ء میں دئے اس میں ایک گھڑی تھی جس میں شمس و قمر حرکت کرتے تھے۔ اور طلوع اور غروب کا منظر دکھائی دیتا تھا۔ اور ہر گھنٹہ پر ٹن ٹن کی آواز آتی تھی۔

برائی جہاز | ول ڈیوران ایچ آف فیتھ ص ۲۹ میں لکھتا ہے کہ سپین کے مسلم سائنس دان نے تین چیزیں ایجاد کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ اول عینک کا شیشہ۔ دوم وقت تاپنے والی گھڑی جو کھیلوں اور دوڑنے میں استعمال ہوتی تھی، سوم ایک مشین جو ہوا میں اڑ سکتی تھی۔

چیچک کا ٹیکہ | یہ بھی مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ ۱۲۱۰ء میں لیڈی وٹل مارٹنگ نے مسطظنیہ جاکر چیچک کا ٹیکہ سیکھا۔ ملاحظہ ہو میراث عرب ص ۳۶۷ مصنفہ ڈریپر۔ بعض کارگیر اسی قیمتی چیزیں بناتے تھے، ہوا مراد بھی خرید نہیں سکتے تھے۔ ہارون الرشید کا وزیر اعظم یحییٰ بن خالد برمکی بازار سے گذرا۔ اس کی نظر ایک مرصع صندوق پر پڑی۔ اس نے پسند کیا۔ اور خریدنے کا ارادہ کیا۔ لیکن قیمت پر اتفاق نہ ہو سکا۔ یحییٰ ستر لاکھ درہم دیتا تھا۔ اور دکاندار زیادہ مانگتا تھا۔ ایچ آف فیتھ ص ۳۰۷

مہ نخشب | نخشب ترکستان میں ایک گاؤں کا نام تھا، جہاں حکم بن ہاشم نے دعویٰ نبوت کیا۔ اس نے ایک چاند بنایا تھا جو غروب آفتاب کے بعد فوراً ایک کنوئیں سے نکلتا تھا۔ اور تقریباً سو ریح میل علاقہ کو رست بھر منور کرتا تھا اور طلوع آفتاب سے پہلے ڈوب جاتا تھا۔ اس ایجاد کا کمال یہ تھا کہ کوئی موسم بھی ہو، جوہنی سورج کا آخری حصہ پنہاں ہوتا وہ چاند نکل آتا۔ آدھی رات کو عین سر پر آ جاتا۔ اور رفتہ رفتہ اس رفتار سے واپس جاتا کہ اس کا آخری کنارہ کنوئیں میں غائب ہو کر سورج نکل آتا۔ سورج سے کبھی اس کا سامنا نہیں ہوا۔ غالب نے کیا خوب کہا ہے۔

چھوڑا مہ نخشب کی طرح دست قضا نے خود رشید ابھی اس کے برابر نہ ہوا تھا

مطلب یہ ہے کہ دست قضا یعنی خدا نے سورج کو حکم دیا کہ مہ نخشب کی طرح نکلے اور ڈوبے، اور صورت یہ تھی کہ ابھی وہ حسن و جمال میں میرے محبوب کے برابر نہ ہوا تھا۔ مہ نخشب کا موجد مدعی نبوت بغداد میں ملازم تھا۔ اس نے بغداد میں سائنس پڑھی تھی۔ مسلمانوں کی سائنس کی ہمارت کا یہ کمال اس

وقت تھا۔ جبکہ یورپ واسے کھالیں پہنتے تھے اور جنگی وحشیوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ مسلمانوں نے سائنس میں اتنی ترقی کی تھی کہ انہوں نے ابن الہشیم پیدا کیا جو دو سو کتابوں کے مصنف ہیں اور جس نے بطلیموس اور اقلیدس کے اس نظریہ رویت کی تردید کی کہ رویت اس شعاع سے ہوتی ہے جو آنکھ سے نکل کر مرنی تک جاتی ہے۔ اس نے کہا کہ مرنی کا عکس آنکھ تک آتا ہے۔ دل ڈیوران ایچ آف فیتھ کے ص ۲۸۹ پر لکھتے ہیں۔ راجر بیکن مجدد دور بین جو طبیعیات میں بلند مقام رکھتا ہے، لیکن اگر ابن الہشیم نہ ہوتا۔ تو راجر بیکن کا نام و نشان تک نہ ہوتا۔ ابن الہشیم حسن بن حسن بن الہشیم بصرہ کا رہنے والا ہے۔

علم الکیمیا | جابر بن حیان علم کیمیا کا بابا آدم سمجھا جاتا ہے۔ علم کیمیا پر اس نے سو کتابیں لکھی ہیں۔ اسکی کتاب الکیمیا کا لاطینی اور فرانسیسی میں ترجمے ہو چکے ہیں۔ مسٹر ایوڈس نے جابر کی نو کتابوں کا فرانسیسی میں ترجمہ کیا۔

میڈیکل سائنس | اس فن کے مجدد محمد بن زکریا رازی ہیں۔ جو دو سو کتابوں کے مصنف ہیں۔ ایک کتاب چمپ اور خسرے پر لکھی ہے۔ جو لاطینی اور دیگر یورپی زبانوں میں ترجمہ ہوئی۔ ایک کتاب زمین کی ساخت پر لکھی۔ اور ایک کتاب اس پر لکھی کہ زمین فضا میں کیوں معلق ہے۔ اسکی کتاب الحادی میں جلدوں میں ہے۔ جسکا انگریزی ترجمہ ۱۸۶۶ء تک چالیس مرتبہ چھپا۔ یعقوب کندی ۱۰۰۰ء نے سائنس کے مختلف شعبوں پر ۲۲۵ کتابیں لکھی ہیں۔ اسی طرح ابو نصر محمد بن فارابی ۹۵۱ء سے فلسفہ اور سائنس کے مختلف شعبوں پر کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سے کشف الطنون میں ایک سو چودہ تصانیف کے نام درج ہیں۔ ابن سینا ۹۸۰ء سے ۱۰۳۷ء ایک سو پندرہ کتابوں کے مصنف ہیں۔ طب میں قانون چودہ جلدوں میں لکھی۔ پندرہویں صدی کے اخیر میں تیس مرتبہ شائع ہوئی۔ یہ کتاب صدیوں تک یورپ کے نصاب میں داخل رہی۔ ڈاکٹر ولیم آسٹر القانوں کو طب کی بائبل کہا کرتا تھا۔ ابن طفیل، ابوبکر بن عبد المالک بن محمد بن طفیل ۱۱۸۵ء غرناطہ کے طبیب اور فلسفی جو بعد میں وزارت کو پہنچے۔ انکی تمام تصانیف پادریوں نے جلادی تھیں۔ صرف اس کا ایک فلسفیانہ ناول جی بن یقظان باقی رہ گیا۔ اس کتاب کو ایڈورڈ پوکاک نے لاطینی میں منتقل کیا۔ اس کا ڈچ ترجمہ ۱۶۶۲ء میں روسی ترجمہ ۱۹۲۰ء میں اور سپینی ترجمہ ۱۹۳۴ء میں ہوا۔

الغرض اگر مسلمان سائنس دانوں کی تاریخ لکھی جائے، تو صرف ان کے ناموں کے لئے کئی جلدیں درکار ہیں۔ مسلمان سائنس دان صرف یونانی سائنس دانوں کو زندہ کرنے واسے نہیں بچتے، بلکہ

جدید سائنسی تحقیقات کے موجب تھے۔ رابرٹ ریفالٹ تشکیل انسانیت میں لکھتا ہے۔ سائنس سے مراد تحقیق کی نئی روح، تفتیش کے نئے طریقے اور پیدائش اور مشاہدے کے نئے اسلوب ہیں، جن سے یونانی بے خبر تھے۔ اس روح اور ان اسالیب کا یورپ میں رائج کرنے کا سہرا عربوں کے سر ہے۔ محض تشکیل انسانیت ص ۲۴۷ اور ص ۲۴۷ میں لکھتے ہیں کہ اگر عرب نہ ہوتے تو عصر رواں کی مغربی تہذیب جنم نہ لیتی۔ یورپی نشو و نما کا کوئی پہلا ایسا ہنہیں جس میں اسلامی تہذیب کا یقینی سراغ نہ مل سکے۔ یہ میسج ہے کہ عربوں نے کوئی کاپرنیکی یا نیوٹن پیدا نہیں کیا۔ لیکن عربوں کے بغیر کاپرنیکی یا نیوٹن کا پیدا ہونا بھی ناممکن تھا۔ تشکیل انسانیت ص ۲۴۷۔

ڈاکٹر ڈریسپر لکھتے قرآن وسطیٰ میں سائنس کی ترقی مسلمانوں کی بدولت تھی۔ اس وقت عیسائی دنیا پر جہل و اویام کی تاریکی محیط تھی، اور انہیں علمی مشاغل کی برائت تک نہیں لگی تھی۔ ملاحظہ ہو کتاب معرکہ مذہب و سائنس ص ۲۲۱ بریفالٹ لکھتے ہیں۔ بازنطینیوں نے ہزار سال گزار دیے اور تہذیب اور ارتقا میں کوئی حصہ نہیں لیا جس روشنی سے چراغ تہذیب پھر روشن ہوا وہ رومی و یونانی ثقافت کے ان شراروں سے نہیں نکلی تھی جو یورپ کے کھنڈروں میں سلگ رہے تھے۔ بلکہ اُسے عرب اپنے ساتھ لائے تھے۔ ص ۲۵۱

آرنلڈ لکھتے ہیں۔ عربی کتابوں کے سینکڑوں تراجم یورپ کی برباد زمین پر بارش بن کر برسے اور مختلف شعبہ ہائے علم نے انگڑائی لی۔ میراث اسلام ص ۲۵۱۔ لیان کا قول ہے یورپ نے عربوں سے تہذیب حاصل کی۔ یورپ میں عربوں کے علوم سپین، سسلی اور اٹلی کی راہ سے پہنچے اگر عربوں کا نام یورپ کی تاریخ سے نکال دیا جائے۔ تو یورپ کی حیاۃ ثانیہ کئی سو سال پیچھے چاڑھتی ہے۔ تمدن عرب ص ۱۳۵

فریڈرک دوم نے مسلمانوں کے علم سارے یورپ میں پھیلائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو ملک اس کے زیر نگین نہ تھے۔ اس میں بھی علمی تحریک پیدا ہو گئی۔ اور وہ یورپ جس پر اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ابن رشد کے فلسفہ ابن ابیکار کے علم نباتات ابو القاسم کے علم جراحی ابن العوام کے علم زراعت ابن الخطیب کے علم تاریخ سے آشنا ہو گیا۔ یہ حقیقت ہے کہ عصر رواں کی تمام ایجادات و برکات عربوں کے طفیل ہیں۔ محض ایس پی سکاٹ از اخبار الاندلس ترجمہ سٹری آف دی ورلڈ اپارٹ مجلد ۳ ص ۵۵، ص ۵۱۔ یہ حقیقت ہے کہ علم الفلک و ریاضیات کے بانی یحییٰ بن ابی منصور رصد کا محمد بن ابراہیم فراری محمد بن جابر تبانی جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اگر بطلیموس زندہ ہوتا۔ تو ان کی تحقیقات کی

داد دیتا۔ علی بن یحییٰ اسی طرح لابی محمد بن موسیٰ خوارزمی جو یورپ کے باہرین ریاضیات کے بالواسطہ استاد ہیں۔ علم جغرافیہ کے بانی ابن فردانہ۔ صاحب کتاب المسالک والممالک ہیں۔ جو پنجاب یونیورسٹی میں محفوظ ہے اور ایک نسخہ مکتبہ ظاہریہ دمشق میں ہے۔ دوم جغرافیہ دان ابن واضح یحوقلی جسکی کتاب البلدان سے بڑھ کر کوئی جغرافیائی کتاب نہیں۔ یہ کتاب لندن میں چھپی ہے اور ایک نسخہ قلمی مکتبہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہے۔ اسی طرح اصطخری مقدمہ عقوس ابن حوتل ابن جبیر یا قوت حموی کی کتابیں جو عہد عباسی میں لکھی گئیں۔ یورپ کے لئے مشعل راہ ہیں۔ تہذیب و تمدن اسلامی حصہ ۱۱۹۵ بحوالہ نکسن ٹریبی ہسٹری ص ۱۹۱ و ڈوڈزی جلد دوم ص ۱۵۴ میں لکھا ہے کہ آج تک کوئی ملک ایسا نہیں جس کے باشندے سو فیصد لکھا پڑھنا جانتے ہیں۔ لیکن آج سے ہزار سال قبل اسلامی اندلس کے کل باشندے لکھا پڑھنا جانتے تھے۔ اس وقت یورپ میں ایک فیصدی آبادی بھی لکھی پڑھی نہیں تھی۔ یہاں تک کہ پادری دستخط کرنا نہیں جانتے تھے، وہ دستخط کی بجائے عشاء ربانی کی شراب میں انگلی ڈال کر کاغذ پر دھبے ڈالتے تھے۔ یہ اسکاٹ کا بیان ہے کہ عام کتابیں کیا انجیل تک نایاب تھیں۔ بادشاہ فرانس نے اپنا اسلحہ اور سامان گروہی رکھ کر ایک گرجا سے انجیل تک رسائی حاصل کی۔

ملکہ ازابیلہ کے قابلِ فخر کتب خانہ میں ۲۰۱ کتابیں تھیں لیکن اس ملکہ سے ساڑھے چار سو سال پہلے الحکم کے کتب خانہ میں چار لاکھ کتابیں تھیں جن میں سے اکثر وہ پڑھ چکا تھا۔ عبدالرحمن الداخل نے دوسری صدی میں قرطبہ کا سنگ بنیاد رکھا اور ہشام اور حکم نے اس کو عروج بخشا۔ ان میں وہ علوم پڑھائے جاتے تھے کہ تیرہ سو سال میں ان پر اضافہ نہ ہونکا۔ دینی علوم کے علاوہ طب، جراحہ، سائنس، ادویہ سازی، نجوم، ہیئت، جغرافیہ، حساب ہندسہ کا درس اس یونیورسٹی میں ہوتا تھا قرطبہ میں تعلیم پانے والوں کی تعداد گیارہ ہزار تھی اور آٹھ مدارس ان سے ملحق تھے۔ ابتدائی تعلیم کا انتظام ہر گاؤں کی مسجد سے متصل مدرسہ میں ہوتا تھا۔ قرطبہ کے ابوالقاسم بحر بیٹی تمام یورپ کے بالواسطہ استاد تھے۔ ایسی یونیورسٹیاں طلیطہ، غرناطہ، اشبیلیہ میں بھی تھیں۔ اسلامی ممالک میں جس وقت سائنس کے چراغ روشن تھے۔ شاندار عمارتیں اور صاف پختہ سڑکیں موجود تھیں، یورپ کا یہ حال تھا کہ ڈیرپر معرکہ مذہب و سائنس ص ۲۶۱ میں لکھتا ہے کہ ۱۸۸۶ء میں یورپ کا بیشتر حصہ تاریک و دھندل یا بے راہ جنگل تھے۔ جایا دلدل اور غلیظ جوہر تھے۔ لندن اور پیرس جیسے شہروں میں لکڑی کے ایسے مکانات تھے جن کی چھتیں گھاس کی تھیں۔ امراء بھینس کے سینک میں شراب ڈال کر پیتے تھے۔

گلیوں میں فضلے کے ڈھیر لگے رہتے تھے، سڑکوں پر بے اندازہ کیچڑ پڑا رہتا تھا۔ ساہا سال تک کپڑے نہ دھوتے تھے، پہنانا اتنا بڑا گناہ تھا کہ پاپائے روم نے سسلی اور جرمنی کے بادشاہ فریڈرک ثانی پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ تو فہرست الزامات میں یہ بھی درج تھا کہ وہ ہر روز مسلمانوں کی طرح غسل کرتا ہے ڈاکٹر ڈریپر معرکہ سائنس ص ۲۵ میں لکھتا ہے کہ ۱۸۷۱ء میں جب وہ روم گیا تو وہاں جا بجا غلاظت کے ڈھیر اور گندے پانی کے جوہڑ تھے۔ سترھویں صدی میں برلن کی یہ حالت تھی کہ بازاروں میں کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پڑے رہتے تھے۔ مگر یورپ کی اس حالت سے آٹھ سو سال پہلے مسلمانوں کے ایسے مکانات اسپین، مصر، شام، بغداد میں موجود تھے، جن کی نظیر آج بھی دنیا میں نہیں مل سکتی اور تعلیم اور صفائی کا اتنا چرچا تھا جو بے مثل تھا۔ اب معاملہ بالکل بالعکس ہوا۔

نشانِ راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو ترس گئے ہیں وہ ایک جلوہ شریکیت

تاریخ کا قطعی فیصلہ ہے کہ اگر مسلمان اسپین اور سسلی نہ جاتے، تو یورپ بربریت، ہلاکت، جہالت، غنڈہ گردی اور بد اخلاقی سے کبھی نہ نکل سکتا، مسلمانوں نے یورپ کو ایک تابدار تمدن، عظیم الشان تہذیب، بشمار درس گاہیں اور ہر قسم کے علوم دئے، انہیں کپڑے پہنا، ہانا، کھانا انسانوں کی طرح رہنا سہنا سکھایا، لیکن جب اسپین کی اسلامی حکومت کا ۱۴۹۲ء میں خاتمہ ہوا تو عیسائی بادشاہ نے مسلمانوں کے ان احسانات کا جو بدلہ دیا وہ یہ ہے کہ ان کے سرکردہ افراد کو مذہبی عدالت

سے ۲۸۵۴۰ کورٹ کی سزا دی گئی۔ ۱۲۰۰۰ ہزار کو زندہ جلادیا گیا، ان کی سینکڑوں لائبریریاں جن میں لاکھوں کتابیں تھیں، سپرد آگ کر دی گئیں ۱۵۵۶ء میں فلپ دوم نے سارے حمام بند کر دئے ۱۶۱۰ء میں تمام مسلمانوں کو ترک ملک کا حکم مل گیا۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں ہے کہ اسپین کے ڈیڑھ لاکھ عربوں کا ایک قافلہ بندرگاہ کی طرف جا رہا تھا کہ بلیڈ نامی ایک پادری نے غنڈوں کو ساتھ ملا کر اس قافلہ پر حملہ کیا اور ایک لاکھ آدمی مار ڈالے۔ پھر گھروں، بازاروں، گلیوں میں مسلمانوں پر قاتلانہ حملے ہوئے۔ یہاں تک کہ ۱۶۳۰ء میں ایک بھی مسلمان اسپین میں باقی نہ رہا۔

عیسائیت کی علم دشمنی | ۱۔ جوہقی صلیبی جنگ میں صلیبی لشکر قسطنطنیہ پہنچا۔ تو اس نے وہاں

کی تمام عیسائی آبادی کو لوٹا، اور ساری کتابیں جلادیں۔ ملاحظہ ہو تمدن عرب مصنفہ۔ لبنان ص ۲۳

۲۔ طرابلس میں اس دور کی عظیم ترین لائبریری تھی جس میں کتابوں کی تعداد تیس لاکھ تھی جب صلیبی لشکر طرابلس پہنچا تو اس نے کتب خانہ کو آگ لگا دی۔ اور کل کتابیں جلادیں۔ اور مسلمانوں کی چھ سو سال کی محنت کو تباہ کر دیا۔ ملاحظہ ہو معرکہ مذہب و سائنس ص ۱۵۱

۳۔ جاہل اور وحشی عیسائی بادشاہوں نے اس زمانہ میں جبکہ اہل علم کا شدید قحط تھا، مسلمانوں کی ساٹھ لاکھ سے زیادہ کتابیں جلادی گئیں۔ معرکہ مذہب و سائنس ص ۲۹۹۔ یورپ کے مختلف حصوں میں جو کچھ ہوا۔ باقی کسرتا تاریخوں نے پوری کی۔ تیرھویں صدی میں انہوں نے بغداد، کوفہ، بصرہ، حلب، دمشق، نیشاپور، خراسان، خوارزم، شیراز کی سینکڑوں لائبریریاں تباہ کر ڈالیں جن کی کتابوں کی مجموعی تعداد تین کروڑ سے زیادہ تھی، یورپ پر اسلام کا احسان ص ۹۵۔

۴۔ ۱۴۹۶ء زوالِ رومہ کے بعد پاپائیت برسرِ اقتدار آئی۔ اور لوہقر کے خروج ۱۵۴۶ء تک وہ سیاہ و سفید کی مالک رہی۔ یورپ مذہبی ادب کے بغیر تمام انواعِ علوم کا دشمن تھا۔

۵۔ یونان کی ایک لڑکی ویشیا جو اسکندریہ ۱۴۱۴ء میں تعلیم پاکر فلسفی اور سائنسدان بن گئی۔ اسکندریہ کے بشپ سائرل کے کارندوں نے سائرل کی تکفیر کی وجہ سے اس لڑکی کو زندہ کر کے اسکی کھال کھرجی اور اسکی لاش کے ٹکڑے کئے۔ معرکہ مذہب و سائنس ص ۶۷۔ تمدنِ عرب ص ۶۷۔

۶۔ فلازنس اٹلی کا مشہور ہیئت دان تھا، جو دورِ بین کے موجد ہیں۔ گلیسیکو کے متعلق یورپ نے جب سنا کہ اس نے کاپرنیکی ۱۵۴۳ء کے نظامِ شمسی کی تائید کی ہے۔ تو اس کو مذہبی عدالت کے آگے پیش کیا۔ وہاں اس نے ڈر سے توبہ کر لی لیکن ۱۶۳۲ء میں جب اس نے اپنی کتابِ نظمِ عالم تصنیف کی تو یورپ نے اس کو جیل میں پھینک دیا۔ وہ دس سال انتہائی تکلیف اٹھانے کے بعد ۱۶۴۲ء میں فوت ہوا۔ ملاحظہ ہو معرکہ مذہب و سائنس ص ۳۳۔

۷۔ اٹلی کا مشہور فلسفی بریڈو کو جو فلسفہ ابنِ رشد کا پیرو تھا، عیسائی مذہبی عدالت نے اسکو ۱۶۰۰ء میں زندہ جلادیا۔ معرکہ مذہب و سائنس ص ۲۴۸۔

۸۔ ڈریپر نے دو اور علماءِ دینی اور ہرودش کا ذکر کیا ہے، کہ کلیسا نے ان کو زندہ جلادیا۔ ۹۔ وان ڈی ڈائیس سائنسدان کو کلیسا نے جیل میں ڈال دیا وہیں فوت ہوا۔ بعد ازمگ اسکی لاش کو اسکی تصانیف کے اتار پر رکھ کر جلادیا۔ معرکہ مذہب و سائنس ص ۴۳۔

یورپ کا تعصب اور علمی خیانت | اس میں شک نہیں کہ یورپ نے ہزار سال ہم سے درس لیا۔ اور اتنے سال اُن کے ہاں ابنِ رشد ابنِ سینا۔ محمد بن زکریا رازی کی کتابیں داخلِ نصاب رہیں۔ لیکن فطری تعصب کی وجہ سے وہ ہمیشہ مسلمانوں کے اس احسان کو چھپاتے رہے بلکہ علمی خیانت کا ارتکاب کرتے رہے۔ ہماری ایجادات کو اُن یورپی سائنسدانوں کی طرف منسوب کیا، جنہوں نے سب سے پہلے ہماری ایجادات کا تذکرہ کیا۔ تشکیلِ انسانیت مصنفہ بریگالٹ ص ۵۲۔

خیانت کا یہ حال ہے کہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں لفظ جبر (جابر) کے تحت ایک ایسے مترجم کا نام دیا ہوا ہے جن نے مسلمان باپنی علم الکیمیا جابر بن حیان کی کتاب الکیمیا کا لاطینی میں ترجمہ کیا اور اس کو اپنی تصنیف بنالیا۔ یہی حرکت قسطنطین افریقی مسیحی نے سنہ ۳۹۱ء میں کی کہ ابن الجزار کی کتاب زاد المسافرین کا لاطینی ترجمہ کر کے اس کو اپنی تصنیف ظاہر کیا۔ میراث اسلام آرگنڈ طب و سائنس۔

موسیو لیبان نے اس حقیقت کا اعتراف کیا۔ کہتا ہے: ہمیں اسلام اور پیروان اسلام سے تعصب وراثت میں ملتا ہے۔ ہمارے ذہنوں میں یہ بات راسخ کر دی گئی ہے کہ ہمارے تمام علوم و فنون کا ماخذ یونان ہے۔ اور یورپ کی تہذیب میں مسلمانوں کا کوئی حصہ نہیں۔ ہم میں سے بعض کو یہ بات کہتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ کہ ہماری ترقی اور تہذیب کا باعث ایک کافر قوم تھی۔ تمدن عرب^{۵۲۳} برابر بری فالٹ لکھتا ہے۔ یورپی مؤرخ مسلمان کو کافر مانتا سمجھتا ہے۔ اور اس کا احسان ماننے کو تیار نہیں۔ یورپ کی احیائے نو کی تاریخیں برابر لکھی جا رہی ہیں۔ لیکن ان میں ان عربوں کا ذکر موجود نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ڈنمارک کی تاریخ میں ہیملٹ کا ذکر نہ آئے۔ ڈاکٹر روزبرن نے تو کہاں ہی کر دیا۔ کہ قرآن و سنی کی ذہنی ارتقاء پر دو جلدیں لکھیں اور اسلامی تہذیب کی طرف اشارہ تک نہیں کیا۔ تشکیل انسانیت ص ۲۴۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ یورپ کی تہذیب کو صرف اسلامی تہذیب ہی شکست دے سکتی ہے۔ جو عوامی اخلاقی علمی اور جوش و خروش انفرادی و اجتماعی کی توانائیوں کے اسلحہ سے آراستہ ہے، اس کے خلاف ہندو و بدھ تہذیب اور اہم و خرافات کا مجموعہ ہے، اس لئے یورپ نے سب تہذیبوں کے برخلاف صرف اسلامی تہذیب کو نشانہ تعصب بنایا۔ مسیحی اور یہودی دنیا ایہوں روپیہ سالانہ خرچ کر کے مسلمانوں کی مرکزیت اور وحدت کو پارہ پارہ کرنے میں صرف کر رہی ہے۔ تاکہ یورپ کی یہ حریت قوت ہمیشہ ذہنوں عالی، خانہ جنگی، افتراق و تشتت میں مبتلا رہے۔ اور مدت مدید سے اسی آزمودہ نسخہ کو یورپ ہماری تباہی کیلئے استعمال کر رہا ہے۔ اور ہمیں ہوش نہیں۔ ترک اور عرب کا افتراق اور پھر عربوں کا باہمی افتراق۔ پاکستان مشرقی اور مغربی کا افتراق اور پاکستان میں پٹھان۔ پنجابی سندھی اور بلوچی کا افتراق۔ یہ سب یورپ کی استعماری سازش کے کارنامے ہیں۔ ہم سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ یورپی تہذیب دم توڑ رہی ہے وہ ایک بے جان لاش ہو کر رہ گئی ہے۔ اس کو زندگی کے جو چند لمحات حیات نصیب ہوئے ہیں۔ وہ صرف دولت اور اسلحہ کے سہارے سے ملے ہیں۔ اسلحہ اور دولت کا یہ انجکشن اس مریض نیم جان کی حقیقی صحت کوٹانے کیلئے کافی نہیں۔ بلکہ اس انجکشن کی مثال ڈاکٹر کے اس انجکشن کی طرح

ہے۔ جو مریض میں اتنی قوت پیدا کر دے کہ ہسپتال سے گھر تک سلامت پہنچ سکے۔ یورپ کو یہ یقین ہے کہ مسلمانوں کی قوت کے دوسرے چٹے ہیں، ایک دین فطرت دوم وحدت و مرکزیت۔ دونوں کے خلاف وہ برسرِ پیکار ہے۔ دین فطرت یعنی اسلام استعمارِ زراعت و زراعت، مکر و فریب، لوٹ گھسٹ، شہوانی اور غرضاتی زندگیوں کی سیاہ کاریوں اور انسان کشی کو برداشت نہیں کرتا، وہ انسانی جذبات و عواطف کو خالق کائنات کی ذات اور آخرت سے جوڑتا ہے۔ اور تمام فکری اور عملی انتشار کو اسلامی فکر و عمل کی وحدت کے ذریعے ختم کرتا ہے۔ اس لئے یورپ جس طرح مسلمانوں کی وحدت تباہ کرنے پر بیشتر دولت صرف کرتا ہے، اسی طرح فتنہ استشراف اور فتنہ استغراب کے ذریعہ اسلامی تعلیمات میں خود مسلمانوں کے باہتوں تحریف کی کوشش کرتا ہے، تاکہ تحریف شدہ اسلام مسیحی دنیا کی طرح بے جان لاش بن کر رہ جائے۔

مذہب اور حکومت | مسیحی مذہب کی شروع سے یہ آواز مسیحی دنیا کے کان میں گونجتی تھی، جو خدا کا ہے وہ خدا کو دو، اور جو قیصر کا ہے، وہ قیصر کو دو۔

کلیسا کی بنیاد رہبانیت تھی سماقی کہاں اس فقیری میں امیری

دوم یہ کہ اسلام میں پہلی صدی میں تمام علوم اور بالخصوص سائنسی تحقیقات کا آغاز ہوا اور تاریخ اسلام میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں مل سکتا کہ ان تحقیقات پر مسلمانوں نے کبھی اعتراض کیا ہو، یا کسی سائنسی نظریہ یا ایجاد پر کسی کو سزا ملی ہو، یا کوئی سائنسی کتاب جلادی گئی ہو لیکن اسلام کے برخلاف مسیحیت نے علمی اور سائنسی تحقیق کو موجبِ قتل جرم قرار دیا۔ اور لاکھوں سائنسی کتابیں جلادی گئیں۔ اور ہزاروں سائنسدانوں کو سائنسی تحقیق کے جرم میں قتل کیا گیا۔ اور زندہ جلادیا گیا۔ اب جدید علوم یورپ کے سامنے مسیحی دین تھا۔ جو سائنس اور علوم کا دشمن تھا، لہٰذا اس کے لئے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ دین کو حکومت سے خارج کر دے۔ اور اس کی قوت کو کمزور کر دے۔ صرف اس کا نام باقی رہے جو استعماری مقاصد کے لئے مشنریوں کے ذریعہ اس سے کام لیا جاسکے لیکن اسلام جو دین فطرت اور سائنس سے ہم آہنگ ہے اور اسلام ہی دنیا میں سائنسی علوم کا سب سے بڑا داعی ہے۔ اور دنیا میں سائنس پھیلانے کا بڑا محرک ہے۔ اور دین فطرت اور دین کامل ہونے کی وجہ سے زندگی کے ہر شعبے معاشرتی اخلاقی، سیاسی اجتماعی معاشی کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ اور انسانی فلاح عمومی کا واحد ذریعہ ہے۔ لہٰذا یہ حماقت ہے کہ مسیحیت کا قانون اسلام پر جمادی کیا جائے اور اسلام کو بھی اپنی بلندی سے اتار کر مسیحی سطح پر لا کر انسانیت کو اسکو روشنی سے محروم کیا جائے۔ ایسا کرنا اسلام پر نہیں بلکہ انسانیت پر ظلمِ عظیم ہوگا جسکی تصدیق گذشتہ تاریخی واقعات کے علاوہ ہم قرآن کی اندرونی شہادت سے بھی پیش کرتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خشک

پاکستان بھر میں اسلامی علوم و فنون کا مثالی ادارہ ہے، جہاں شعبہ عربی میں ملک و بیرون ملک کے چار سو طلبہ اور شعبہ تعلیم القرآن (مڈل سکول) میں چھ سو طلبہ (مجموعی ایک سو ہزار طلبہ) کو علوم دینیہ سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دارالافتاء، شعبہ تجوید و قرأت، اردو خط و کتابت، تبلیغ و تصنیف وغیرہ کے مستقل شعبے مصروف کار ہیں۔ دینی اقدار کی اشاعت و تحفظ کی غرض سے "المحتوی" کے نام سے ایک ماہوار رسالہ بھی شائع ہوتا ہے، طلبہ دارالعلوم کے مصارف، قیام و طعام، روشنی، صابن، کتب، ادویہ وغیرہ کا دارالعلوم کفیل ہے۔ دارالعلوم کے تعلیمی و اخلاقی اخراجات تقریباً دو لاکھ روپے سالانہ ہیں، جو صرف عامۃ المسلمین، اہل غیر حضرات کے تعاون سے پورے ہوتے ہیں۔ دارالعلوم کے انتظامات کی نگرانی ایک بااختیار مجلس شوریٰ کے سپرد ہے۔ اس قلیل عرصہ میں ایک ہزار سے زائد علماء فارغ ہو کر ملک و بیرون ملک میں مختلف دینی، علمی، ملی مشاغل میں مصروف ہیں۔ دارالعلوم کی سند پاکستانی افواج میں تسلیم شدہ ہے۔ نیز جامعہ ازہر مصر وغیرہ میں اسے مائل بی۔ اے سے قرار دیا گیا ہے۔ اس وقت کئی اہم تعلیمی، تبلیغی اور تعمیری منصوبے و مسائل نہ ہونے کی وجہ سے تشنہ تکمیل اور مسلمانوں کے بھرپور تعاون کے محتاج ہیں۔ اہتمام ہے کہ رجب، شعبان، رمضان کے موقع پر دین کے اضطلاع کے اس دور میں اس ادارہ کو زیادہ سے زیادہ امداد سے نوازا کر اس دینی مرکز کے ترقی و استحکام کا باعث بنیں۔ خود بھی اور اپنے حلقہ اثر و سرخ سے بھی کوشش فرما کر اس مہمانخانہ علم نبوت کو زیادہ سے زیادہ خدمت دین کا موقع فراہم کریں۔

نوٹ: مرکزی حکومت پاکستان کی وزارت مالیات نے رجسٹریشن نمبر (۹۰-سی۔ ۱-۷۷) (۲۷) آئی، ٹی پی۔ ۵۵ کے ذریعہ دارالعلوم کے ملنے والے تمام عطیات کو انکم ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ جس میں رقم بھیجی جائے اسکی صراحت کر دی جائے۔ متعلقین دارالعلوم آپ کے اس مخلصانہ عطیہ کے دل سے شکر گزار ہوں گے۔ واجرکم علی اللہ تعالیٰ۔

ترسیل زر کا پتہ :- مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خشک ضلع پشاور۔ مغربی پاکستان

منجانبہ :- اراکین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خشک ضلع پشاور